صرف تاکید کے طور پر ذکر کی گئی اور انہیں نبی امی ﷺ کی تابعداری کی رغبت دلائی گئی جن کی صفتیں وہ اپنی کتابوں میں پاتے تھے۔ جن کا نام اور کام بھی اس میں لکھا ہوا تھا بلکہ ان کی امت کا ذکر بھی اس میں موجود ہے۔ پس انہیں اس کے چھپانے اور اللہ کی دوسری نعمتوں کو پوشیدہ کرنے سے ڈرایا جا رہا ہے اور دینی اور دنیوی نعمتوں کو ذکر کرنے کو کہا جا رہا ہے اور عرب میں جو نسلی طور پر بھی ان کے چچازاد بھائی ہیں اللہ کی جو نعمت آئی ان میں جس خاتم النبیین کو اللہ نے مبعوث فرمایا' ان سے حسد کر کے نبی کی مخالفت اور تکذیب پر آمادہ نہ ہونے کی ہدایت کی گئی ہے۔

امام توحید: ☆☆ (آیت:۱۲۴) اس آیت میں خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بزرگی کا بیان ہو رہا ہے جو توحید میں دنیا کے امام ہیں۔ جنہوں نے تکالیف پر صبر کر کے حکم اللہ کی بجا آوری میں ثابت قدمی اور جوانمردی دکھائی۔ فرماتا ہے' اے نبی تم ان مشرکین اور اہل کتاب کو جو ملت ابراہیمی کے دعویدار ہیں' ذرا ابراہیم علیہ السلام کی فرمانبرداری اور اطاعت گذاری کے واقعات تو سناؤ تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ دین حنیف پر' اسوہ ابراہیمی پر کون قائم ہے۔ وہ یا آپ اور آپ کے اصحاب؟ اور جگہ قرآن کریم کا ارشاد ہے وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓي ابراہیمؑ وہ ہیں جنہوں نے پوری وفاداری دکھائی اور جگہ فرمایا اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ الخ ابراہیمؑ لوگوں کے پیشوا' اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار' مخلص اور نعمت کے شکرگذار تھے جنہیں اللہ نے پسند فرما کر راہ راست پر لگا دیا تھا جنہیں ہم نے دنیا میں بھلائی دی تھی اور آخرت میں بھی صالح اور نیک انجام بنایا تھا۔ پھر ہم نے تیری طرف اے نبیؐ وحی کی کہ تو بھی ابراہیمؑ حنیف کی ملت کی پیروی کر جو مشرکین میں سے نہ تھے۔ اور جگہ ارشاد ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی تھے نہ مشرک تھے بلکہ خالص مسلمان تھے ان سے قربت اور نزدیکی والا وہ شخص ہے جو ان کی تعلیم کا تابع ہو اور یہ نبیؐ اور ایمان والے' ان ایمان والوں کا دوست اللہ تعالیٰ خود ہے ابتلاء کے معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں۔ کلمات سے مراد شریعت' حکم اور ممانعت وغیرہ ہے' کلمات سے مراد کلمات تقدیریہ بھی ہوتی ہے جیسے مریم علیہا السلام کی بابت ارشاد ہے صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا یعنی انہوں نے اپنے رب کے کلمات کی تصدیق کی۔ کلمات سے مراد کلمات شرعیہ بھی ہوتی ہے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا یعنی اللہ تعالیٰ کے شرعی کلمات سے سچائی اور عدل کے ساتھ پورے ہوئے۔ یہ کلمات یا تو سچی خبریں ہیں یا طلب عدل ہے غرض ان کلمات کو پورا کرنے کی جزا میں انہیں امامت کا درجہ ملا۔ ان کلمات کی نسبت بہت سے اقوال ہیں مثلاً احکام حج' موچھوں کو کم کرنا' کلی کرنا' ناک صاف کرنا' مسواک کرنا' سر کے بال یا منڈوانا یا رکھوانا تو مانگ نکالنا' ناخن کاٹنا' زیرناف کے بال کاٹنا' ختنہ کرانا' بغل کے بال کاٹنا' پیشاب پاخانہ کے بعد استنجا کرنا' جمعہ کے دن غسل کرنا' طواف کرنا' صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا' رمی جمار کرنا' طواف افاضہ کرنا وغیرہ۔

مکمل اسلام: ☆☆ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں' اس سے مراد پورا اسلام ہے۔ جس کے تیس حصے ہیں دس کا بیان سورۂ برائت میں ہے اَلتَّآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سے مُؤْمِنِيْنَ تک یعنی توبہ کرنا' عبادت کرنا' حمد کرنا' اللہ کی راہ میں پھرنا' رکوع کرنا' سجدہ کرنا' بھلائی کا حکم دینا' برائی سے روکنا' اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنا' ایمان لانا۔ دس کا بیان ''قَدْ اَفْلَحَ'' کے شروع سے يُحَافِظُوْنَ تک ہے اور سورۂ معارج میں ہے یعنی نماز کو خشوع وخضوع سے ادا کرنا' لغو اور فضول باتوں اور کاموں سے منہ پھیر لینا' زکوٰۃ دیتے رہا کرنا' شرمگاہ کی حفاظت کرنا' امانت داری کرنا' وعدہ وفائی کرنا' نماز پر ہمیشگی اور حفاظت کرنا' قیامت کو سچا جاننا' عذابوں سے ڈرتے رہنا' سچی شہادت پر قائم رہنا اور دس کا بیان سورۂ احزاب میں اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ سے عَظِيْمًا تک ہے یعنی اسلام لانا' ایمان رکھنا' قرآن پڑھنا' سچ بولنا' صبر کرنا' عاجزی کرنا' خیرات دینا' روزہ رکھنا' بدکاری سے بچنا' اللہ تعالیٰ کا ہر وقت بکثرت ذکر کرنا' ان تینوں احکام کا جو عامل ہو وہ پورے اسلام کا پابند ہے اور اللہ کے عذابوں سے بری ہے۔

کلمات ابراہیمیؑ میں اپنی قوم سے علیحدگی کرنا' بادشاہ وقت سے نڈر ہو کر اسے بھی تبلیغ کرنا' پھر راہ اللہ میں جو مصیبت آئے اس پر صبر کرنا' سہنا' پھر وطن اور گھر بار کو اللہ کی راہ میں چھوڑ کر ہجرت کرنا' مہمانداری کرنا' اللہ کی راہ میں جانی اور مالی مصیبت راہ اللہ برداشت کرنا یہاں تک کہ بچہ کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا اور وہ بھی اپنے ہی ہاتھ سے۔ یہ کل احکام خلیل الرحمٰن علیہ السلام بجالائے۔ سورج' چاند اور ستاروں سے بھی آپؑ کی آزمائش ہوئی امامت کے ساتھ' بیت اللہ بنانے کے حکم کے ساتھ' حج کے حکم اور مقام ابراہیم کے ساتھ' بیت اللہ کے رہنے والوں کی روزیوں کے ساتھ' حضرت محمد ﷺ کو آپ کے دین پر بھیجنے کے ساتھ بھی آزمائش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے خلیل میں تمہیں آزماتا ہوں' دیکھتا ہوں' تم کیا ہو؟ تو آپؑ نے فرمایا' مجھے لوگوں کا امام بنادے۔ اس کعبہ کو لوگوں کے ثواب اور اجتماع کا مرکز بنادے۔ یہاں والوں کو پھلوں کی روزیاں دے۔ یہ تمام باتیں عزوجل نے پوری کر دیں اور یہ سب نعمتیں آپؑ کو عطا ہوئیں۔ صرف ایک آرزو پوری نہ ہوئی۔ وہ یہ کہ میری اولاد کو بھی امامت ملے تو جواب ملا' ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچتا۔ کلمات سے مراد اس کے ساتھ کی آیتیں بھی ہیں۔

مؤطا وغیرہ میں ہے کہ سب سے پہلے ختنہ کرانے والے' سب سے پہلے مہمان نوازی کرنے والے' سب سے پہلے ناخن کٹوانے والے' سب سے پہلی مونچھیں پست کرنے والے' سب سے پہلے سفید بال دیکھنے والے' حضرت ابراہیم ہی ہیں۔ سفید بال دیکھ کر پوچھا کہ اے اللہ یا یہ کیا ہے؟ جواب ملا' وقار وعزت ہے۔ کہنے لگے پھر تو اے اللہ اسے اور زیادہ کر۔ سب سے پہلے منبر پر خطبہ کہنے والے' سب سے پہلے قاصد بھیجنے والے' سب سے پہلے تلوار چلانے والے' سب سے پہلے مسواک کرنے والے' سب سے پہلے پانی کے ساتھ استنجا کرنے والے' سب سے پہلے پاجامہ پہننے والے' حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔ ایک غیر ثابت حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' گر میں منبر بناؤں تو میرے باپ ابراہیمؑ نے بھی بنایا تھا اور اگر میں لکڑی ہاتھ میں رکھوں تو یہ بھی میرے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے۔ مختلف بزرگوں سے کلمات کی تفسیر میں جو کچھ ہم نے نقل کر دیا اور ٹھیک بھی یہی ہے کہ یہ سب باتیں ان کلمات میں تھیں۔ کسی خاص تخصیص کی کوئی وجہ ہمیں نہیں ملی واللہ اعلم۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے' دس باتیں فطرت کی اور اصل دین کی ہیں۔ مونچھیں کم کرنا' داڑھی بڑھانا' مسواک کرنا' ناک میں پانی دینا' ناخن لینا' پوریاں دھونی' بغل کے بال لینا' زیر ناف کے بال لینا' استنجا کرنا۔ راوی کہتا ہے میں دسویں بات بھول گیا شاید کلی کرنا تھی۔

صحیحین میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں پانچ باتیں فطرت کی ہیں۔ ختنہ کرانا' موئے (بال) زہار لینا' مونچھیں کم کرنا' ناخن لینا بغل کے بال لینا' ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو وفا کرنے والا اس لئے فرمایا ہے کہ وہ ہر صبح کے وقت پڑھتے تھے سُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ایک اور روایت میں ہے کہ ہر دن چار رکعتیں پڑھتے تھے لیکن یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں اور ان میں کئی کئی راوی ضعیف ہیں اور ضعف کی بہت سی وجوہات ہیں بلکہ ان کا بیان بھی بے بیان ضعف جائز نہیں متن بھی ضعف پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی امت کی خوشخبری سن کر اپنی اولاد کے لئے بھی یہی دعا کرتے تھے جو قبول تو کی جاتی ہے لیکن ساتھ ہی خبر کر دی جاتی ہے کہ آپ کی اولاد میں ظالم بھی ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ کا عہد نہ پہنچے گا۔ وہ امام نہ بنائے جائیں گے نہ ان کی اقتدا اور پیروی کی جائے گی۔ سورۂ عنکبوت کی آیت میں اس مطلب کو واضح کر دیا گیا ہے کہ خلیل اللہ کی یہ دعا بھی قبول ہوئی۔ وہاں ہے وَجَعَلْنَا فِيْ

ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ یعنی ہم نے ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد جتنے انبیاء اور رسول آئے وہ سب آپ ہی کی اولاد میں تھے اور جتنی کتابیں نازل ہوئیں سب آپ ہی کی اولاد میں ہوئیں صَلَوٰاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ یہاں یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ آپ کی اولاد میں ظلم کرنے والے بھی ہوں گے۔ ظالم سے مراد بعض نے مشرک بھی لی ہے۔ عہد سے مراد امر ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ظالم کو کسی چیز کا والی اور بڑا نہ بنانا چاہئے گو وہ اولاد ابراہیمؑ میں سے ہو حضرت خلیلؑ کی دعا ان کی نیک اولاد کے حق میں قبول ہوئی ہے۔ یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ ظالم سے کوئی عہد نہیں کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ اس کا عہد توڑ دیا جائے۔ پورا نہ کیا جائے اور یہ بھی مطلب ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے اسے کچھ دینے کا عہد نہیں کیا۔ دنیا میں تو کھا پی رہا ہے اور عیش وعشرت کر رہا ہے۔ بس یہی ہے عہد سے مراد دین بھی ہے یعنی تیری کل اولاد دیندار نہیں جیسے اور جگہ ہے وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ یعنی ان کی اولاد میں بھلے بھی ہیں اور برے بھی اطاعت کے معنی بھی کئے گئے ہیں یعنی اطاعت صرف معروف اور بھلائی میں ہی ہوگی اور عہد کے معنی نبوت کے بھی آئے ہیں۔ ابن خویز منداز مالکیؒ فرماتے ہیں ظالم شخص نہ تو خلیفہ بن سکتا ہے نہ حاکم نہ مفتی نہ گواہ نہ راوی۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ

ہم نے بیت اللہ لوگوں کے لیئے ثواب کی اور امن وامان کی جگہ بنائی۔ تم مقام ابراہیمؑ کو قبلہ مقرر کر لو ○

شوق زیارت اور بڑھتا ہے: ☆☆ (آیت:۱۲۵) ''مَثَابَةً'' سے مراد بار بار آنا۔ حج کرنے کے بعد بھی دل میں لگن لگی رہتی ہے۔ گویا حج کرنے کے بعد بھی ہر بار دل میں ایک بار اور حج کرنے کی تمنا رہتی ہے۔ دنیا کے ہر گوشہ سے لوگ بھاگے دوڑے اس کی طرف جوق درجوق چلے آ رہے ہیں۔ یہی جمع ہونے کی جگہ ہے اور یہی امن کا مقام ہے جس میں ہتھیار نہیں اٹھایا جاتا۔ جاہلیت کے زمانہ میں بھی اس کے آس پاس تو لوٹ مار ہوتی رہتی لیکن یہاں امن وامان ہی رہتا۔ کسی کو کوئی گالی بھی نہیں دیتا۔ یہ جگہ ہمیشہ متبرک اور شریف رہی۔ نیک روحیں اس کی طرف مشتاق ہی رہتی ہیں۔ گو ہر سال زیارت کریں لیکن پھر بھی شوق زیارت کم نہیں ہوتا ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر ہے۔ آپ نے دعا مانگی تھی کہ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ الخ تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف جھکا دے۔ یہاں باپ اور بھائی کے قاتل کو بھی کوئی دیکھتا تو خاموش ہو جاتا۔ سورۂ مائدہ میں ہے قِیٰمًا لِّلنَّاسِ یعنی یہ لوگوں کے قیام کا باعث ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اگر لوگ حج کرنا چھوڑ دیں تو آسمان زمین پر گرا دیا جائے۔ اس گھر کے اس شرف کو دیکھ کر پھر اس کے بانی اول حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے شرف کو خیال فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ الخ ہم نے بیت اللہ کی جگہ ابراہیم کو بتا دی (اور کہہ دیا) کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ اور جگہ ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ الخ اللہ جل شانہ کا پہلا گھر مکہ میں ہے جو برکت وہدایت والا۔ نشانیوں والا۔

مقام ابراہیم والا۔ امن وامان والا ہے۔ مقام ابراہیم بھی ہے اور حج کل کا کل بھی ہے مثلاً عرفات، مشعر الحرام، منیٰ، رمی، جمار، صفا، مروہ کا طواف، مقام ابراہیم دراصل وہ پتھر ہے جسے حضرت اسمٰعیلؑ کی بیوی صاحبہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نہانے کے لئے ان کے پاؤں کے نیچے رکھا تھا لیکن حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں یہ غلط ہے۔ دراصل یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ کعبہ بناتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ کی لمبی حدیث میں ہے جب نبی ﷺ نے طواف کر لیا تو حضرت عمرؓ نے مقام ابراہیم کی طرف اشارہ کر کے کہا

کیا یہی ہمارے باپ ابراہیمؑ کا مقام ہے؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں' کہا' پھر ہم اسے قبلہ کیوں نہ بنالیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ فاروق رضی اللہ عنہ کے سوال پر تھوڑی ہی دیر گذری تھی جو حکم نازل ہوا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ فتح مکہ والے دن مقام ابراہیمؑ کے پتھر کی طرف اشارہ کر کے حضرت عمرؓ نے پوچھا' یہی ہے جسے قبلہ بنانے کا ہمیں حکم ہوا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں یہی ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں' میں نے اپنے رب سے تین باتوں میں موافقت کی۔ جو اللہ کو منظور تھا وہی میری زبان سے نکلا۔ میں نے کہا' حضور کاش کہ ہم مقام ابراہیم کو قبلہ بنالیتے تو حکم وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى نازل ہوا۔ میں نے کہا' یارسول اللہؐ کاش کہ آپ امہات المومنین کو پردے کا حکم دیں' اس پر پردے کی آیت اتری۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ آج حضور اپنی بیویوں سے خفا ہیں تو میں نے جا کر ان سے کہا کہ اگر تم باز نہ آؤ گی تو اللہ تعالیٰ تم سے اچھی بیویاں تمہارے بدلے اپنے نبی کو دے گا۔ اس پر فرمان باری نازل ہوا کہ عَسٰى رَبُّهٗٓ الخ اس حدیث کی بہت سی اسناد ہیں اور بہت سی کتابوں میں مروی ہے۔ ایک روایت میں بدر کے قیدیوں کے بارے میں بھی حضرت عمرؓ کی موافقت مروی ہے۔ آپؓ نے فرمایا تھا کہ ان سے فدیہ نہ لیا جائے بلکہ انہیں قتل کر دیا جائے اللہ سبحانہ تعالیٰ کو بھی یہی منظور تھا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق جب مر گیا اور حضورؐ اس کے جنازے کی نماز ادا کرنے کے لئے تیار ہوئے تو میں نے کہا تھا کہ کیا آپ اس منافق کافر کا جنازہ پڑھیں گے؟ آپؐ نے مجھے ڈانٹ دیا۔ اس پر آیت وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ الخ نازل ہوئی اور آپؐ کو ایسوں کے جنازے سے روکا گیا۔

ابن جریج میں روایت ہے آنحضرتؐ نے پہلے طواف میں تین مرتبہ رمل کیا یعنی دڑکی چال چلے اور چار پھیرے چل کر کئے۔ پھر مقام ابراہیمؑ کے پیچھے آ کر دو رکعت نماز ادا کی اور یہ آیت تلاوت فرمائی وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے کہ مقام ابراہیم کو آپؐ نے اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کر لیا تھا۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام ابراہیمؑ سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ بنا رہے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام آپ کو پتھر دیتے جاتے تھے اور آپؑ کعبہ کی بنا کرتے جاتے تھے اور اس پتھر کو سرکاتے جاتے تھے جہاں دیوار اونچی کرنی ہوتی تھی' وہاں لے جاتے تھے۔ اسی طرح کعبہ کی دیواریں پوری کیں۔ اس کا پورا بیان حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں آئے گا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ اس پتھر پر آپؑ کے دونوں قدموں کے نشان ظاہر تھے۔ عرب کی جاہلیت کے زمانہ کے لوگوں نے بھی دیکھے تھے۔ ابوطالب نے اپنے مشہور قصیدہ میں کہا ہے ۔

وَمَوْطِئُ اِبْرٰهِيْمَ فِي الصَّخْرِ رَطْبَةً عَلٰى قَدَمَيْهِ حَافِيًا غَيْرَ نَاعِلِ

یعنی اس پتھر میں ابراہیم علیہ السلام کے دونوں پیروں کے نشان تازہ بتازہ ہیں جن میں جوتی نہیں بلکہ مسلمانوں نے بھی اسے دیکھا تھا حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مقام ابراہیم میں حضرت خلیل اللہؑ کے پیروں کی انگلیوں اور آپ کے تلوے کا نشان دیکھا تھا۔ پھر لوگوں کے چھونے سے وہ نشان مٹ گئے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں حکم اس کی جانب نماز ادا کرنے کا ہے' تبرک کے طور پر چھونے اور ہاتھ لگانے کا نہیں۔ اس امت نے بھی اگلی امتوں کی طرح بلا حکم الہ العالمین بعض کام اپنے ذمہ لازم کر لئے جو نقصان رساں ہیں۔ وہ نشان لوگوں کے ہاتھ لگانے سے مٹ گئے۔ یہ مقام ابراہیمؑ پہلے دیوار کعبہ کے متصل تھا کعبہ کے دروازے کی طرف حجر اسود کی جانب دروازے سے جانے والے کے دائیں جانب مستقل جگہ پر تھا جو آج بھی لوگوں کو معلوم ہے خلیل اللہ نے یا تو اسے یہاں رکھوا دیا تھا یا بیت اللہ بناتے ہوئے آخری حصہ یہی بنایا ہوگا اور یہیں وہ پتھر رکھا ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اسے پیچھے ہٹا دیا۔ اس کے ثبوت میں بہت سی روایتیں ہیں۔ پھر ایک مرتبہ پانی کے سیلاب میں یہ پتھر یہاں سے بھی ہٹ گیا تھا۔ خلیفہ ثانی نے اسے پھر اپنی جگہ رکھوا دیا۔ حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں مجھے معلوم نہیں ہوا کہ یہ اصلی جگہ سے ہٹایا گیا۔ اس سے پہلے دیوار کعبہ سے کتنی دور تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ خود آنحضرتؐ نے اسے اس کی اصلی جگہ سے ہٹا کر وہاں رکھا تھا جہاں اب ہے لیکن یہ روایت مرسل ہے۔ ٹھیک بات یہی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اسے پیچھے رکھا' واللہ اعلم۔

وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿۱۲۵﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۱۲۶﴾

ہم نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں' اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھو ○ جب ابراہیمؑ نے کہا اے پروردگار تو اس جگہ کو امن والا شہر بنا اور یہاں کے باشندوں کو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہوں' پھلوں کی روزیاں دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں کافروں کو بھی تھوڑا فائدہ دوں گا۔ پھر انہیں آگ کے عذاب کی طرف بے بس کر دوں گا۔ یہ پہنچنے کی جگہ بری ہے ○

عہد جو مترادف حکم ہے: ☆☆ (آیت: ۱۲۵-۱۲۸) یہاں عہد سے مراد وہ حکم ہے جس میں کہا گیا گندی اور نجس اور بری چیزوں سے پاک رکھنا۔ عہد کا تعدیہ الی سے ہو تو معنی ہم نے وحی کی اور پہلے سے کہہ دیا۔ پاک رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے بتوں سے بچانا' غیر اللہ کی عبادت نہ ہونے دینا' لغو کاموں' فضول بکواس' جھوٹی باتوں' شرک و کفر' ہنسی اور مذاق سے اسے محفوظ رکھنا بھی اسی میں شامل ہے۔ طائف کے ایک معنی تو طواف کرنے والوں کے ہیں۔ دوسرے معنی باہر سے آنے والوں کے ہیں۔ اس تقدیر پر عَاكِفِين کے معنی مکہ کے باشندے ہوں گے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ امیر وقت سے کہنا چاہئے کہ لوگوں کو بیت اللہ شریف میں سونے سے منع کریں کیونکہ ممکن ہے کوئی کسی وقت جنبی ہو جائے۔ ممکن ہے کبھی آپس میں فضول باتیں کریں تو ہم نے سنا کہ انہیں نہ روکنا چاہئے۔ ابن عمرؓ انہیں بھی عَاكِفِين کہتے تھے ایک صحیح حدیث میں ہے کہ مسجد نبویؐ میں حضرت فاروق اعظمؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ سویا کرتے تھے۔ وہ جوان اور کنوارے تھے۔ رُكَّعِ السُّجُودِ سے مراد نمازی ہیں۔ پاک رکھنے کا حکم اس واسطے دیا گیا کہ اس وقت بھی بت پرستی رائج تھی۔ دوسرے اس لئے کہ یہ بزرگ اپنی نیتوں میں خلوص کی بات رکھیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَإِذْ بَوَّأْنَا الخ اس آیت میں بھی حکم ہے کہ میرے ساتھ شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو پاک صاف رکھنا۔ فقہا کا اس میں اختلاف ہے کہ بیت اللہ کی نماز افضل ہے یا طواف؟ امام مالکؒ فرماتے ہیں باہر والوں کے لئے طواف افضل ہے اور جمہور کا قول ہے کہ ہر ایک کے لئے نماز افضل ہے اس کی تفصیل کی جگہ تفسیر نہیں۔

مقصد اس سے مشرکین کو تنبیہ اور تردید ہے کہ بیت اللہ تو خاص اللہ کی عبادت کے لئے بنایا گیا ہے اس میں اوروں کی عبادت کرنا اور خالص اللہ کی عبادت کرنے والوں کو اس سے روکنا کس قدر صریح بے انصافی ہے اور اسی لئے اور جگہ قرآن میں فرمایا کہ ایسے ظالموں کو ہم

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾

ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کعبہ کی بنیادیں اور دیواریں اٹھاتے جاتے تھے اور کہتے جا رہے تھے کہ ہمارے پروردگار تو ہم سے قبول فرما۔ تو سننے اور جاننے والا ہے ○ اے ہمارے رب ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت اپنی اطاعت گذار رکھ اور ہمیں اپنی عبادتیں سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما۔ تو توبہ قبول فرمانے والا اور رحم و کرم کرنے والا ہے ○

دردناک عذاب چکھائیں گے۔ مشرکین کی اس کھلی تردید کے ساتھ ہی یہود و نصاریٰ کی تردید بھی اس آیت میں ہوگئی کہ اگر وہ ابراہیم و اسماعیل سلام اللہ علیہما کی افضیلت' بزرگی اور نبوت کے قائل ہیں اور یہ بھی جانتے اور مانتے ہیں کہ یہ شریف گھرانے کے متبرک ہاتھوں کا بنا ہوا ہے' جب وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ یہ محض نماز و طواف و دعا اور عبادت اللہ کے لئے بنایا گیا ہے۔ حج و عمرے اور اعتکاف وغیرہ کے لئے مخصوص کیا گیا ہے تو پھر ان نبیوں کی تابعداری کے دعوے کے باوجود کیوں حج و عمرے سے رکے ہوئے ہیں؟ کیوں بیت اللہ شریف میں حاضری نہیں دیتے؟ بلکہ خود موسیٰ علیہ السلام نے اس گھر کا حج کیا جیسا کہ حدیث میں صاف موجود ہے۔ آیہ کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اور مسجدوں کو بھی پاک صاف رکھنا چاہئے۔ اور جگہ قرآن میں ہے فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ اللہ تعالیٰ نے مسجدوں کو بلند کرنے کی اجازت دی ہے۔ ان میں اس کا نام ذکر کیا جائے۔ ان میں صبح شام اس کی تسبیح اس کے نیک بندے کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں بھی ہے کہ مسجدیں اسی کام کے لئے ہیں اور احادیث میں بہت ہی تاکید کے ساتھ مسجدوں کی پاکیزگی کا حکم آیا ہے۔ امام ابن کثیرؒ نے اس بارے میں ایک خاص رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ بعض لوگ تو کہتے ہیں سب سے پہلے کعبتہ اللہ فرشتوں نے بنایا تھا لیکن یہ سنداً غریب ہے۔ بعض کہتے ہیں آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے بنایا تھا۔ حرا۔ طور سینا۔ طور زیتا۔ جبل لبنان اور جودی ان پانچ پہاڑوں سے بنایا تھا لیکن یہ بھی سنداً غریب ہے بعض کہتے ہیں شیث علیہ السلام نے سب سے پہلے بنایا تھا لیکن یہ بھی اہل کتاب کی بات ہے۔ حدیث شریف میں ہے حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا اور فرمایا میں مدینہ منورہ کو حرم قرار دیتا ہوں۔ اس میں شکار نہ کھیلا جائے۔ یہاں کے درخت نہ کاٹے جائیں۔ یہاں ہتھیار نہ اٹھائے جائیں صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ لوگ تازہ پھل لے کر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوتے تھے۔ حضور ﷺ اسے لے کر دعا کرتے کہ اے اللہ ہمارے پھلوں میں' ہمارے شہر میں' ہمارے ناپ تول میں بھی برکت دے۔ اے اللہ ابراہیمؑ تیرے بندے تیرے خلیل اور تیرے رسول تھے۔ میں بھی تیرا بندہ' تیرا رسول ہوں۔ انہوں نے تجھ سے مکہ کے لئے دعا کی تھی۔ میں تجھ سے مدینہ (منورہ) کے لئے دعا کرتا ہوں جیسے انہوں نے مکہ معظمہ کے لئے کی تھی۔ آپ کسی چھوٹے بچہ کو بلا کر وہ پھل اسے عطا فرما دیا کرتے۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ ابوطلحہؓ سے کہا کہ جاؤ اپنے بچوں میں سے کسی ایک کو ہماری خدمت کے لئے لے آؤ۔ ابوطلحہ مجھے لے کر حاضر ہوئے۔ اب میں سفر و حضر میں حاضر خدمت رہنے لگا۔ ایک مرتبہ آپ باہر سے آ رہے

تھے۔ جب احد پہاڑ نظر پڑا تو آپؐ نے فرمایا' یہ پہاڑ ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ جب مدینہ نظر آیا تو فرمانے لگے یا اللہ میں اس کے دونوں کناروں کے درمیان کی جگہ کو حرم مقرر کرتا ہوں جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا۔ اے اللہ ان کے مد اور صاع میں اور ناپ میں برکت دے۔ اور روایت میں ہے' یا اللہ جتنی برکت تو نے مکہ میں دی ہے' اس سے دگنی برکت مدینہ میں دے اور روایت میں ہے' مدینہ میں قتل نہ کیا جائے اور چارے کے سوا اور پتے بھی یہاں کے درختوں کے نہ جھاڑے جائیں۔ اسی مضمون کی حدیثیں جن سے ثابت ہوتا ہے' مدینہ بھی مثل مکہ کے حرم ہے اور بھی بہت سی ہیں۔

یہاں ان احادیث کے وارد کرنے سے ہماری غرض مکہ شریف کی حرمت اور یہاں کا امن بیان کرنا ہے۔ بعض تو کہتے ہیں کہ یہ شروع سے حرم اور امن ہے۔ بعض کہتے ہیں خلیل اللہ کے زمانہ سے لیکن پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے دن فرمایا۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کئے' تب سے اس شہر کو حرمت و عزت والا بنایا ہے۔ اب یہ قیامت تک حرمت و عزت والا ہی رہے گا۔ اس میں جنگ و قتال کسی کو حلال نہیں۔ میرے لئے بھی صرف آج کے دن ہی ذرا سی دیر کے لئے حلال تھا۔ اب وہ حرام ہی حرام ہے۔ سنو اس کے کانٹے نہ کاٹے جائیں۔ اس کا شکار نہ بھگایا جائے۔ اس میں کسی کی گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے۔ جو پہنچوائی جائے اس کے لئے اٹھانا جائز ہے۔ اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ حدیث آپؐ نے اثنائے خطبہ میں بیان فرمائی تھی اور حضرت عباسؓ کے سوال پر آپ نے اذخر نامی گھاس کے کاٹنے کی اجازت دی تھی۔

حضرت ابن شریح عدویؓ نے عمر بن سعید سے اس وقت کہا جب وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا کہ اے امیر سن فتح مکہ والے دن صبح ہی صبح رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا' جسے میرے کانوں نے سنا' دل نے یاد رکھا اور میں نے آنکھوں سے حضورؐ کو اس وقت دیکھا۔ آپؐ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ مکہ کو اللہ نے حرم کیا ہے۔ لوگوں نے نہیں کیا' کسی ایماندار کو اس میں خون بہانا یا اس کا درخت کاٹنا حلال نہیں۔ اگر کوئی میری اس لڑائی کو دلیل بنائے تو کہہ دینا کہ میرے لئے صرف آج ہی کے دن کی اس کی ساعت یہاں جہاد حلال تھا۔ پھر اس شہر کی حرمت آ گئی ہے جیسے کل تھی۔ خبردار ہر حاضر غائب کو یہ پہنچا دے لیکن عمر (بن سعید) نے یہ حدیث سن کر صاف جواب دے دیا کہ میں تجھ سے زیادہ اس حدیث کو جانتا ہوں۔ حرم نافرمان کو اور خونی کو اور بربادی کرنے والے کو نہیں بچاتا (بخاری مسلم)۔

ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہ سمجھے۔ تطبیق یوں ہے کہ مکہ روز اول سے حرمت والا تھا لیکن اس حرمت کی تبلیغ حضرت خلیل اللہ نے کی۔ جس طرح آنحضرتؐ نبی تو اس وقت سے تھے جب کہ حضرت آدم کا خمیر گوندھ رکھا تھا بلکہ آپ اس وقت بھی خاتم الانبیاء لکھے ہوئے تھے لیکن تاہم حضرت ابراہیمؑ نے آپ کی نبوت کی دعا کی کہ وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیج جو اللہ نے پوری کی اور تقدیر کی لکھی ہوئی وہ بات ظاہر و باہر ہوئی۔ ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں نے آپؐ سے کہا کہ آپ اپنی ابتدا نبوت کا تو کچھ ذکر کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا' میرے باپ ابراہیمؑ کی دعا اور عیسیٰ بن مریمؑ کی بشارت اور میری ماں کا خواب وہ دیکھتی ہیں کہ ان سے گویا ایک نور نکلا جس نے شام کے محلات کو روشن کر دیا اور وہ نظر آنے لگے۔

مدینہ منورہ افضل یا مکہ مکرمہ؟ ☆☆ اس بات کا بیان کہ مکہ افضل ہے یا مدینہ؟ جیسا کہ جمہور کا قول ہے جیسے کہ امام مالکؒ اور ان کے تابعین کا مذہب ہے۔ مدینہ افضل ہے مکہ سے۔ اسے دونوں طرف کے دلائل کے ساتھ عنقریب ہم بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت ابراہیمؑ دعا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ اس جگہ کو امن والا شہر بنا یعنی یہاں کے رہنے والوں کو نڈر اور بے خوف رکھ۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا

ہے جیسے کہ فرمایا وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا اس میں جو آیا وہ امن والا ہو گیا اور جگہ ارشاد ہے اَوَلَمْ يَرَوْا الخ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن والا بنایا۔ لوگ اس کے آس پاس سے اچک لئے جاتے ہیں اور یہاں وہ پرامن رہتے ہیں۔ اسی قسم کی اور آیتیں بھی ہیں اور اس مضمون کی بہت سی حدیثیں بھی اوپر گزر چکی ہیں کہ مکہ شریف میں قتال حرام ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ فرماتے تھے کسی کو حلال نہیں کہ مکہ میں ہتھیار اٹھائے (صحیح مسلم) آپ کی یہ دعا حرمت کعبۃ اللہ کی بنا سے پہلے تھی۔ اس لیئے کہا کہ اے اللہ یا اس جگہ کو امن والا شہر بنا' سورہ ابراہیم میں یہی دعا ان لفظوں میں ہے رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا شاید یہ دعا دوبارہ کی تھی۔ جب بیت اللہ شریف تیار ہو گیا اور شہر بس گیا اور حضرت اسحاقؑ جو حضرت اسمٰعیلؑ سے تین سال چھوٹے تھے تولد ہو چکے اسی لئے اس دعا کے آخر میں ان کی پیدائش کا شکریہ بھی ادا کیا۔

وَمَنْ كَفَرَ سے آخر تک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے بعض نے اسے بھی دعا میں داخل کیا ہے تو اس تقدیر پر یہ مطلب ہوگا کہ کفار کو بھی تھوڑا سا فائدہ دے پھر انہیں عذاب کی طرف بے بس کر اس میں بھی حضرت ابراہیمؑ کی خلت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اپنی بری اولاد کے بھی مخالف ہیں اور اسے کلام اللہ ماننے کا یہ مطلب ہوگا کہ چونکہ امامت کا سوال جب اپنی اولاد کے لئے کیا اور ظالموں کی محرومی کا اعلان سن چکے اور معلوم ہو گیا کہ آپ کے پیچھے آنے والوں میں بھی اللہ کے نافرمان ہوں گے تو مارے ڈر کے ادب کے ساتھ بعد میں آنے والی نسلوں کی روزی طلب کرتے ہوئے صرف ایماندار اولاد کے لئے کہا۔ ارشاد باری ہوا کہ دنیاوی فائدہ تو کفار کو بھی دیتا ہوں جیسے اور جگہ ہے كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۗءِ وَهٰٓؤُلَاۗءِ مِنْ عَطَاۗءِ رَبِّكَ الخ یعنی ہم انہیں اور ان کو بھی فائدہ دیں گے۔ تیرے رب کی بخشش محدود نہیں۔

اور جگہ ہے جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں' وہ فلاح نہیں پاتے۔ دنیا کا کچھ فائدہ گو اٹھالیں لیکن ہماری طرف آ کر اپنے کفر کے بدلے سخت عذاب چکھیں گے۔ اور جگہ ہے کافروں کا کفر تجھے غمگین نہ کرے۔ جب یہ ہماری طرف لوٹیں گے تو ان کے اعمال پر ہم انہیں تنبیہ کریں گے اللہ تعالیٰ سینوں کی چھپی باتوں کو بخوبی جانتا ہے۔ ہم انہیں یونہی سا فائدہ پہنچا کر سخت غلیظ عذابوں کی طرف بے قرار کریں گے۔ اور جگہ ہے لَوْ لَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ الخ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ ایک ہی امت ہو جائیں تو ہم کافروں کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی بنا دیتے اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر ٹیکے لگائے بیٹھے رہتے اور سونا بھی دیتے لیکن یہ سب دنیوی فوائد ہیں۔ آخرت کا بھلا گھر تو صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

یہی مضمون اس آیت میں بھی ہے کہ ان کا انجام برا ہے۔ یہاں ڈھیل پالیں گے لیکن وہاں سخت پکڑ ہو گی۔ جیسے اور جگہ ہے وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ الخ بہت سی ظالم بستیوں کو ہم نے مہلت دی۔ پھر پکڑ لیا۔ انجام کو تو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے صحیحین کی حدیث میں ہے' گندی باتوں کو سن کر صبر کرنے میں اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ لوگ اس کی اولاد بتاتے ہیں لیکن تاہم وہ انہیں رزق و عافیت دے رہا ہے اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے۔ پھر اسے اچانک پکڑ لیتا ہے۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ الخ اس جملہ کو حضرت ابراہیمؑ کی دعا میں شامل کرنا شاذ قرات کی بنا پر ہے جو ساتوں قاریوں کی قرات کے خلاف ہے اور ترکیب سیاق و سباق بھی یہی ظاہر کرتی ہے۔ واللہ اعلم۔ اس لئے کہ قال کی ضمیر کا مرجع اللہ کی طرف ہے اور اس شاذ قرات کی بنا پر اس کے فاعل اور قائل بھی حضرت ابراہیمؑ ہی ہوتے ہیں جو نظم کلام سے بظاہر مخالف ہے۔ واللہ اعلم۔

قواعد جمع ہے قَاعِدَةٌ کی ترجمہ اس کا پایہ اور نیو ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبیؐ اپنے والوں کو بنائے ابراہیمی کی خبر دو' ایک قرات

میں وَاِسۡمٰعِیۡلُ کے بعد وَیَقُوۡلَانِ بھی ہے۔ اسی کی دلالت میں آگے لفظ مُسۡلِمَیۡنِ بھی ہے۔ دونوں نبی نیک کام میں مشغول ہیں اور قبول نہ ہونے کا کھٹکا ہے تو اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی دعا کرتے ہیں۔ حضرت وہیب بن ورد جب اس آیت کی تلاوت کرتے تو بہت روتے اور فرماتے آہ! خلیلؑ الرحمٰن جیسے اللہ کے مقبول پیغمبر اللہ کا کام اللہ کے حکم سے کرتے ہیں۔ اس کا گھر اس کے فرمان سے بناتے ہیں اور پھر خوف ہے کہ کہیں یہ قبولیت سے گر نہ جائے۔ سچ ہے مخلص مومنوں کا یہی حال ہے یُؤۡتُوۡنَ مَآ اٰتَوۡا وَّقُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ وہ نیک کام کرتے ہیں۔ صدقے خیرات کرتے ہیں لیکن پھر بھی خوف اللہ سے کانپتے رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ قبول نہ ہوں۔ حضرت عائشہؓ کے سوال پر اس آیت کا یہی مطلب زبان رسالت سے بیان ہوا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ بنیادیں حضرت ابراہیمؑ اٹھاتے تھے اور دعا حضرت اسماعیلؑ کرتے تھے لیکن صحیح یہی ہے کہ دونوں ہر ایک کام میں شریک تھے۔ صحیح بخاری شریف کی ایک روایت اور بعض اور آثار بھی اس واقعہ کے متعلق یہاں ذکر کیے جانے کے قابل ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کمر بند باندھنا عورتوں نے حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ محترمہ سے سیکھا ہے۔ انہوں نے اسے باندھا تھا کہ حضرت مائی سارہؓ کو ان کا نقش قدم نہ ملے۔ انہیں اور ان کے جگر کے ٹکڑے اپنے اکلوتے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نکلے جبکہ یہ پیارا بچہ دودھ پیتا تھا۔

سناٹے کی آغوش میں زندگی: ☆☆ اب جہاں پر بیت اللہ بنا ہوا ہے یہاں ایک ٹیلہ تھا۔ اور سنسان بیابان تھا کوئی رہنے سہنے والا وہاں نہ تھا۔ یہاں پہنچ کر ماں بیٹے کو بٹھا کر پاس تھوڑی سی کھجوریں اور ایک مشکیزہ پانی کا رکھ کر آپ چلے گئے۔ جب خلیل اللہؑ نے پیٹھ موڑی اور جانے لگے تو مائی ہاجرہ نے آواز دی' اے خلیل اللہ' ہمیں اس دہشت و وحشت والے بیابان میں یکہ و تنہا چھوڑ کر' جہاں ہمارا کوئی مونس و ہمدم نہیں' آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ لیکن حضرت ابراہیمؑ نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ اس طرف توجہ تک نہ کی' منہ موڑ کر بھی نہ دیکھا۔

حضرت ہاجرہؓ کے بار بار کہنے پر بھی جب آپ نے التفات نہ فرمایا تو آپ فرمانے لگیں' اللہ کے خلیل آپ ہمیں کسے سونپ چلے؟ آپ نے کہا' اللہ تعالیٰ کو' کہا اے خلیل اللہ کیا اللہ تعالیٰ کا آپ کو یہ حکم ہے؟ آپ نے فرمایا' ہاں مجھے اللہ کا یہی حکم ہے' یہ سن کر ام اسمٰعیلؑ کو تسکین ہوگئی اور فرمانے لگیں۔ پھر تشریف لے جائیے۔ وہ اللہ ہمیں ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ اسی کا بھروسہ اور اسی کا سہارا ہے۔ حضرت ہاجرہؓ لوٹ گئیں اور اپنے کلیجہ کی ٹھنڈک اپنی آنکھوں کے نور ابن نبی اللہ کو گود میں لے کر اس سنسان بیابان میں اس ہو کے عالم میں لاچار اور مجبور ہو کر بیٹھ رہیں۔ حضرت ابراہیمؑ جب ثنیہ کے پاس پہنچے اور یہ معلوم کر لیا کہ اب حضرت ہاجرہؓ پیچھے نہیں اور وہاں سے یہاں تک ان کی نگاہ کام بھی نہیں کر سکتی تو بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور کہا رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ الخ اِلٰه العالمین میں نے اپنے بال بچوں کو ایک غیر آباد جنگل میں تیرے برگزیدہ گھر کے پاس چھوڑا ہے تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف جھکا دے اور انہیں پھلوں کی روزیاں دے شاید وہ شکر گذاری کریں۔ آپ تو یہ دعا کر کے حکم اللہ بجا لا کر اپنی اہل و عیال کو سپرد اللہ کر کے چلے گئے۔

ادھر حضرت ہاجرہ صبر و شکر کے ساتھ بچے سے دل بہلانے لگیں۔ جب تھوڑی سی کھجوریں اور ذرا سا پانی ختم ہو گیا۔ اب اناج کا ایک دانہ پاس ہے نہ پانی کا گھونٹ' خود بھی بھوکی پیاسی ہیں اور بچہ بھی بھوک پیاس سے بیتاب ہے یہاں تک کہ اس معصوم نبی زادے کا پھول سا چہرہ کملانے لگا اور وہ تڑپنے اور بلکنے لگا۔ مامتا بھری ماں کبھی اپنی تنہائی اور بے کسی کا خیال کرتی ہے' کبھی اپنے ننھے سے اکلوتے بچے کا یہ حال بغور دیکھتی ہے اور سہمی جاتی ہے۔ معلوم ہے کہ کسی انسان کا گذر اس بھیانک جنگل میں نہیں۔ میلوں تک آبادی کا نام و نشان نہیں۔ کھانا تو کہاں؟ پانی کا ایک قطرہ بھی میسر نہیں آ سکتا۔

آخر اس ننھی سی جان کا یہ ابتر حال نہیں دیکھا جاتا تو اٹھ کر چلی جاتی ہیں اور صفا پہاڑ جو پاس ہی تھا' اس پر چڑھ جاتی ہیں اور میدان کی طرف نظریں دوڑاتی ہیں کہ کوئی آتا جاتا نظر آ جائے لیکن نگاہیں مایوسی کے ساتھ چاروں طرف سے واپس آتی ہیں تو اتر کر وادی میں پہنچ کر دامن اٹھا کر دوڑتی ہوئی مروہ پہاڑ کی طرف جاتی ہیں - اس پر چڑھ کر نگاہیں چاروں طرف ڈالتی ہیں اور کسی کو بھی نہ دیکھ کر پھر وہاں سے اتر آتی ہیں اور اسی طرح درمیانی تھوڑا سا حصہ دوڑ کر باقی حصہ جلدی جلدی طے کر کے پھر صفا پر چڑھتی ہیں - اسی طرح سات مرتبہ کرتی ہیں - ہر بار آ کر بچہ کو دیکھ جاتی ہیں کہ اس کی حالت ساعت بہ ساعت بگڑتی جا رہی ہے - رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' صفا مروہ کی سعی جو حاجی کرتے ہیں' اس کی ابتدا یہیں سے ہوئی - ساتویں مرتبہ جب حضرت ہاجرہؓ مروہ پر آتی ہیں تو کچھ آواز کان میں پڑتی ہے آپ خاموش ہو کر احتیاط کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتی ہیں کہ یہ آواز کیسی؟ آواز پھر آتی ہے اور اس مرتبہ صاف سنائی دیتی ہے تو آپ آواز کی طرف لپک کر آتی ہیں اور اب جہاں زمزم ہے وہاں حضرت جبرئیلؑ کو پاتی ہیں -

حضرت جبرئیلؑ پوچھتے ہیں تم کون ہو؟ آپ جواب دیتی ہیں' میں ہاجرہ ہوں - میں حضرت ابراہیمؑ کے لڑکے کی ماں ہوں - فرشتہ پوچھتا ہے - ابراہیمؑ تمہیں اس سنسان بیابان میں کسے سونپ گئے ہیں؟ آپ فرماتی ہیں اللہ کو - فرمایا پھر تو وہ کافی ہے - حضرت ہاجرہؓ نے فرمایا - اے غیبی شخص' آواز تو میں نے سن لی - کیا کچھ میرا کام بھی نکلے گا؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین پر رگڑی - وہیں زمین سے ایک چشمہ پانی کا ابلنے لگا - حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے ہاتھوں سے اس پانی کو مشک میں بھرنا شروع کیا - مشک بھر کر پھر اس خیال سے کہ پانی ادھر ادھر بہہ کر نکل نہ جائے' آس پاس باڑ باندھنی شروع کر دی - رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ ام اسمٰعیلؑ پر رحم کرے - اگر وہ اس طرح پانی کو نہ روکتیں تو زمزم کنویں کی شکل میں نہ ہوتا بلکہ وہ ایک جاری نہر کی صورت میں ہوتا - اب حضرت ہاجرہ نے پانی پیا اور بچہ کو بھی پلایا اور دودھ پلانے لگیں - فرشتے نے کہہ دیا کہ تم بے فکر رہو - اللہ تمہیں ضائع نہ کرے گا - جہاں تم بیٹھی ہو یہاں اللہ کا ایک گھر اس بچے اور اس کے باپ کے ہاتھوں بنے گا حضرت ہاجرہ اب یہیں رہ پڑیں - زمزم کا پانی پیتیں اور بچہ سے دل بہلاتیں - بارش کے موسم میں پانی کے سیلاب چاروں طرف سے آتے لیکن یہ جگہ ذرا اونچی تھی - ادھر ادھر سے پانی گذر جاتا ہے اور یہاں امن رہتا کچھ مدت کے بعد جرہم کا قبیلہ کدا کے راستہ کی طرف سے اتفاقاً گزرا اور مکہ شریف کے نیچے کے حصہ میں اترا - ان کی نظریں ایک آبی پرند پر پڑیں تو آپس میں کہنے لگے' یہ پرندہ تو پانی کا ہے اور یہاں پانی کبھی نہ تھا - ہماری آمد و رفت یہاں سے کئی مرتبہ ہوئی - یہ تو خشک جنگل اور چٹیل میدان ہے - یہاں پانی کہاں؟ چنانچہ انہوں نے اپنے آدمی اصلیت معلوم کرنے کے لئے بھیجے - انہوں نے واپس آ کر خبر دی کہ وہاں تو بہترین اور بہت سا پانی ہے - اب وہ سب آئے اور حضرت ام اسمٰعیلؑ سے عرض کرنے لگے کہ مائی صاحبہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم بھی یہاں ٹھہر جائیں - پانی کی جگہ ہے - آپؑ نے فرمایا ہاں شوق سے رہو لیکن پانی پر قبضہ میرا ہی رہے گا - حضورؐ فرماتے ہیں' ہاجرہ تو چاہتی تھیں کہ کوئی ہم جنس مل جائے چنانچہ یہ قافلہ یہاں رہ پڑا -

حضرت اسمٰعیلؑ بھی بڑے ہو گئے - ان سب کو آپ سے بڑی ہی محبت ہو گئی یہاں تک کہ جب آپ بالغ ہوئے تو انہی میں نکاح بھی کیا اور انہی سے عربی بھی سیکھی - مائی ہاجرہ علیہا السلام کا انتقال یہیں ہوا - جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملی تو آپؑ اپنے لخت جگر کی ملاقات کے لئے تشریف لائے - بعض روایات میں ہے کہ آپ کا یہ آنا جانا براق پر ہوتا تھا - ملک شام سے آتے تھے اور پھر واپس جاتے تھے - یہاں آئے تو حضرت اسمٰعیلؑ گھر پر نہ ملے - اپنی بہو سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ تو جواب ملا کہ کھانے پینے کی تلاش میں یعنی شکار کو گئے ہیں - آپ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ کہا برا حال ہے - بڑی تنگی اور سختی ہے - فرمایا اچھا تمہارے خاوند آویں تو